Academic Discipline for Quranic Higher Education

تخصص علوم و حکمت قرآن کے لیے مقرر نصاب کے مطابق

غیر متبدل قوانینِ قرآن

قانون عُسر و یُسر

الاستاذ: ابو الفضل نور احمد سندھی

ناشر

حکمت قرآن انسٹیٹیوٹ

جامع مسجد ربانی، ہائی وے کالونی، سیکٹر 18-C، اسکیم-33، نزد جمالی پل، M-9 موٹروے، کراچی

فون: 0313-2707097

www.hikmatequran.org hikmatequran@gmail.com Hikmat-e-Quran Institute

قوانینِ الٰہی کے تعارف میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ خارجی کائنات میں اللہ تعالیٰ کے قوانین از خود جاری و ساری ہیں اور ہر شے اس کی پابندی پر مجبور ہے۔ لیکن انسان چونکہ صاحب اختیار و ارادہ مخلوق ہے اس لیے انسان کو ان قوانین پر مجبور نہیں پیدا کیا گیا۔ بلکہ اسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو ان کی پابندی کرے اور چاہے تو سر تابی کرے۔ لیکن اسے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ اگر ان قوانین کی پابندی کرے گا تو (۱) اس صورت میں اس کی ذات Personality کی نشوونما ہوگی اور اگر پابندی نہیں کرے گا تو اس کی ذات دبی رہ جائے گی۔ (۲) جس طرح کائنات میں اشیاء اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پابندی سے اپنا کام خوبی اور سلامتی سے سر انجام دیتی ہیں اس طرح قوانین الٰہی کی پابندی سے انسانی زندگی سکھ اور سلامتی سے بہرہ ور ہوگی۔ (۳) یہ قوانین چونکہ صفات الٰہی کے مظاہر ہوتے ہیں، اس لیے ان قوانین کی پابندی سے اُسے اللہ تعالیٰ کی رفاقت حاصل ہوگی۔ اور وہ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی صفات کی روشنی میں اس کا رنگ اپنے اوپر غالب کرتا جائے گا ویسے ویسے وہ اللہ تعالیٰ کے رفیق کا درجہ پائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی رضا و محبوبیت حاصل ہوگی۔ (۴) اللہ تعالیٰ کے قوانین کی پابندی کے نتیجہ میں انسانوں کے لیے جو نتائج مرتب ہوتے ہیں ان میں سرعت آجاتی ہے۔ کائنات میں کچھ قوانین کے اساسی اثرات متعین ہوتے ہیں لیکن انسانوں کی تخلیقی اور تعمیری کوششوں سے ان کے بار آور ہونے میں تیزی آجاتی ہے۔ آج کے دور میں انسانوں نے نباتات میں پیوند کاری سے اور حیوانات فارمنگ کے میدان میں ان کوششوں سے حیران کن نتائج حاصل کیے ہیں۔ اسی طرح انسانی تاریخ میں عمل کی دنیا میں بھی انسانی کوششوں

کے نتائج حیران کن سامنے آتے ہیں۔ جسے حق کے غالب ہونے اور باطل کے بھاگ جانے کا قانون، انسانوں کی اپنی جدوجہد اور انقلابی کوششوں کے نتیجہ میں یہ حیران کن نتائج سامنے آجاتے ہیں۔ ایسے نتائج کو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں اَنۡعَمَ اللّٰہُ کی صورت میں بتایا ہے۔

قانون مشیت میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کام کا ارادہ کرتا ہے وہ ارادہ اس کے اَمرِ کُنۡ کے ساتھ ایک قانون کی شکل میں اس کی مشیّت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے اعمال کے لیے آسانیوں اور پیچیدگیوں کے قوانین پروگرام کر رکھے ہیں۔ ارشاد ہوا ہے:

وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا ﴿۴﴾ (الطلاق:۴)

”اور جو شخص اللہ کے قوانین کو مانتا ہے تو اللہ اس کے کام میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔“

اس بات کو اور بارآور بنانے کے لیے مذکورہ آیت کے تسلسل میں فرمایا ہے:

ذٰلِکَ اَمۡرُ اللّٰہِ اَنۡزَلَہٗۤ اِلَیۡکُمۡ ؕ وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یُکَفِّرۡ عَنۡہُ سَیِّاٰتِہٖ وَ یُعۡظِمۡ لَہٗۤ اَجۡرًا ﴿۵﴾ (الطلاق:۵)

”یہ اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہاری طرف اتارا ہے جو اللہ کے قوانین پر چلے گا اللہ اس سے اس کی کوتاہیاں، بگاڑ اور نقائص دور کر دے گا اور اس کے اجر و معاوضہ کو بڑھائے گا۔“

ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام اور قوانین کی پابندی کی صورت میں مہربانیوں اور زندگی کی آسانیوں اور بگاڑ و نقائص دور کرنے اور اجر اور بدلہ بڑھانے کے جو وعدے کیے ہیں یہ مہربانیاں اسی آیت سے پہلے مذکور ان مطلقات کے زمانۂ

عدت کے قیام میں ان سے کی جانے والی بھلائیوں اور اچھائیوں کے نتیجہ میں حاصل ہونگی۔ ان کے حقوق کے سلسلہ میں جو لوگ اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے اور اس کے قوانین کی پاسداری کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے آسانی پیدا کرے گا۔ علیٰ ھٰذ القیاس اسی طرح کی مہربانیاں اپنے ماتحتوں سے، اپنے واجبات دہنداروں سے لین دین اور تمام معاملات میں یہ رویہ انسان کے بگاڑ و نقائص کو دور کرنے کا باعث بنے گا اور اس کے لیے زندگی کے سفر میں وہ آسانیوں کو یقینی بنائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جو بوجھ ڈالتا ہے وہ ان کی ابتلا ہے اور ابتلا انسان کے استحکام کا ذریعہ ہے۔ اس لیے بندے اس کو اٹھانے کا حوصلہ کر لیتے ہیں تو وہ اس کو اٹھانے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ اور ان کی وہاں سے مدد کرتا ہے جہاں سے ان کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

مندرجہ بالا آیت میں یہ بھی ذکر ہوا ہے کہ قوانین کی پابندی کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ عفو و درگذر کا معاملہ کرے گا۔ چھوٹی موٹی غلطیاں اور کوتاہیاں جو ان سے صادر ہو جائیں گی ان کو معاف کر دے گا۔

پھر اسی سورۃ الطلاق کی آیت ۷ میں فرمایا:

سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ﴿٧﴾

ان طلاق یافتہ عورتوں کے ساتھ بھلائی اور ان پر خرچ کا معیار بتا دیا کہ کشادہ حال کو اپنی کشادگی کے معیار پر خرچ کرنا پڑے گا اور تنگ حال کو اپنی آمدنی کے مطابق۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کو تسلی دیتے ہیں کہ اگر وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کی حدود اور قوانین کو قائم رکھنے کا اہتمام کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے تنگی کے بعد آسانی پیدا کرے گا۔ جو لوگ ایثار کر دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے رزق میں برکت دے دیتا ہے۔

ہر مشقت کے بعد ایک آسانی ہے

انسان کو اس طرح بنایا گیا ہے کہ اس کی زندگی مشقتوں میں گھری ہوئی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قرآنِ حکیم نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ:

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ (الم نشرح:٦-۵)

"پھر ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے، بے شک ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔"

مشکلات زندگی کا حصہ ہیں اور یہ آتی رہتی ہیں لیکن ان مشکلات سے نکلنے کے لیے انسان کا عمل سعی اور کوشش درکار ہے۔ مندرجہ بالا آیت میں ایک ہی بات دو مرتبہ فرمائی گئی ہے۔ وہ اس لیے کہ مشکلات انسان کو بار بار پیش آتی ہیں۔ ایک مشکل سے نکلتا ہے تو دوسری سے اس کو سابقہ پیش آتا ہے۔ بلکہ دوسری کے بعد تیسری مشکل بھی آسکتی ہے۔ اس وقت انسان کو اپنا حوصلہ قائم رکھنا چاہیے اور یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر مشکلات کی نوعیت سخت مشقت کی ہے تو تخلیقی طور اللہ تعالیٰ نے انسان کی صلاحیتوں کو طاقتور بنانے اور ان مضبوط صلاحیتوں کو اس کی عادت بنانے کے لیے "عادات کی ارتقا" کا نظام بنا رکھا ہے۔ جس کو قرآن حکیم نے تخلیق کا جز بتایا ہے۔ فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ۝۴ (البلد: ۴) "بلاشبہ ہم نے انسان کو اس طرح بنایا کہ اس کی زندگی مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔" مشقت سے نمٹنے کا یہ نظام اس لیے بنا ہے کہ مشقت سے نمٹنے کی وہ عادات خود بخود اور بغیر کوشش کے ظہور میں آتی رہیں۔ اگلی مشقت پھر دوسری صلاحیت کے اظہار اور تقویت پانے کا موجب بنتی ہے۔ اگر یہ بار بار مشقتیں نہ ہوں تو انسان کی شخصیت اور اس کا عمل ارتقاد کی ایک ہی سطح تک رک جائے اور اس کی ترقی / ڈولپمنٹ رک جائے۔ اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے یہ ضمانت ہے کہ اگر وہ ان مشقتوں سے ہمت

نہیں ہاریں گے اور جتنی قوت ان کے رب نے ان کو بخشی ہے اس کو استعمال کرنے سے وہ دریغ نہیں کریں گے تو رب العالمین ان کے لیے ہر مشکل کے بعد آسانی پیدا کرے گا جس سے وہ تازہ دم ہو کر مزید صلاحیتیں اور عزم و حوصلہ حاصل کر لیں گے۔

اگر انسان کے لیے ان مشکلات کی نوعیت مصائب کی ہے تو پھر یہ ضرور سوچنا چاہیے کہ کہیں اس کے کاموں میں قوانین خداوندی کے بر عکس کمی کوتاہی تو واقع نہیں ہو رہی۔ سوچ بوجھ کر یا انجانے میں کسی کی حق تلفی تو نہیں ہو رہی۔ اقربا، ماتحتوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق کی ادائگیوں میں کہیں فالٹ تو نہیں ہے لہٰذا ایسے حالات میں ان کوتاہیوں، حق تلفیوں اور خرابیوں کا سدباب کرنا چاہیے۔ اس سدِباب کا طریقہ اور حل قرآن حکیم نے ہی جو تجویز کیا ہے اُسی کو پکڑنا چاہیے۔ فرمایا:

اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡهِبۡنَ السَّیِّاٰتِ (ہود:۱۱۴)

"بیشک بھلائیاں اور احسان کے کام کے ذریعے ناخوشگواریوں، اور نقائص کو دور کر دیتے ہیں۔"

سورۃ رعد میں مومنین کی یہ صفت بتائی ہے کہ:

وَّیَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ (آیت:۲۲)

"وہ سیئات کو حسنات سے دور کر دیتے ہیں۔"

قرآن حکیم نے اللہ تعالیٰ کے ان قوانین کو بار بار دہرایا ہے کہ زندگی کی صحیح عدل و احسان والی روش سے انسان کی اپنی ذات اور معاشرہ دونوں میں صحیح توازن قائم ہو جاتا ہے اور زندگی کی خوشگواریاں سکھ اور سلامتی نصیب ہو جاتی ہیں۔ اس کے بر خلاف زندگی بسر کرنے سے توازن بگڑ جاتا ہے جیسے ہی اِدھر عدل کو چھوڑ دیا تو اُدھر توازن بگڑ

گیا۔ عدل کا معنیٰ ہی اونٹ پر لدے ہوئے سامان کا دونوں طرف توازن ہے۔ یہ توازن بگڑ جاتا ہے تو اونٹ کا سفر سلامتی والا نہیں گذرتا۔ احسان انسان کی زندگی میں اور آسانیاں پیدا کرتا ہے۔ انسان کو ذہنی اور قلبی سلامتی عطا کرتا ہے اور انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتا ہے۔ ارشاد ہوا:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ (المائدہ:۱۳)

”بیشک اللہ تعالیٰ بھلائیاں کرنے والے محسنوں کو محبوب رکھتا ہے۔“

آسانیوں کا قانون کس طرح کام کرتا ہے؟

قرآن حکیم نے زندگی کی آسانیوں کے لیے ایک واضح قانون بتا دیا ہے: ارشاد باری ہے:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى ﴿۵﴾ وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴿۶﴾ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ﴿۷﴾

(الیل:۷-۵)

”جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا، اس طرح اپنی نشو و نما کرے گا، اچھے انجام کو (اس کے قوانین کو) سچ مانے گا تو ہم اس کے لیے آسانیاں ہموار کریں گے اور آسانی سے منزل پہنچائیں گے۔“

مذکورہ آیت سے زندگی کی آسانیوں کے لیے تین باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا۔

(۲) اس انفاق اور احسان کے ذریعہ اتَّقٰى پانا یعنی اپنی نشو و نما کرنا۔

(۳) انسانی عملوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے قوانین پر یقین رکھنا، ان کو سچا ماننا۔

یہ پورا فارمولا اور قانون اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بتا کر دیا ہے کہ اِنَّ سَعْيَكُمْ

لَشَتّٰى ﴿۴﴾ (الیل:۴) تمہاری دن اور رات کی کوششیں اور سعی الگ الگ نتیجہ رکھتی ہیں۔ لیکن جن کوششوں اور سعی میں اللہ کی راہمیں خرچ کرنا ہے اور انفاق اور احسان کے ذریعہ تقویٰ پانا شامل ہے اور اس طرح کے کچھ اعمال کے ذریعہ اچھے انجام پر یقین رکھنا شامل ہے تو اللہ تعالیٰ انسان کے لیے اس دنیا میں بھی آسانیوں کا سلسلہ فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی اس کا وعدہ ہے۔ فرمان ہوتا ہے:

وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى میں حُسْنٰی کا موصوف لفظ عاقبۃ، انجام یا نتیجہ ہے یعنی وہ انفاق اور نیکی کے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اچھے انجام پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ ان کی نیکی کے اصل محرک کا اللہ تعالیٰ نے پتہ دیا ہے کہ وہ اپنی اتَّقٰی یا نشوونما آخرت کی تیاری کے لیے کرتے ہیں۔ اس لیے آخرت کے خوف کے ساتھ ان کے اندر یہ ایمان بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی ہر نیکی کا بھرپور صلہ ہے۔

فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى میں بھی یُسْرٰی کا موصوف بھی حسنیٰ کے موصوف کی طرح محذوف ہے یعنی آسانیوں کا انجام۔ یہ اس سنت الٰہی کا حوالہ ہے جو قرآن میں جگہ جگہ بیان ہوئی ہے کہ جو شخص بھلائی اور احسان کی راہ اختیار کرلیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے معاملات آسان کر دیتے ہیں اور اسے کامیابی کی منزل تک پہنچنے کی توفیق و اسباب بخشتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے عمل صالح کے نتیجے میں دنیاوی آسانیوں کے ساتھ اخروی آسانیوں کا معاملہ ہونے کا وعدہ ہے اور ان کا حساب آسان ہو گا۔

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ﴿۷﴾ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ﴿۸﴾ (الانشقاق:۸-۷)

”جس کا اعمال نامہ اس کے داہنے ہاتھ میں پکڑا جائے گا تو اس کا حساب نہایت آسان ہو گا۔“

سختیوں کا قانون کس طرح کام آتا ہے؟

عسر کے معنی تنگی، سختی، مصیبت اور مشقت کے ہیں۔ معاشی بدحالی اور تنگ دستی بھی اس کے معنی میں شامل ہے۔ قرآن حکیم میں یہ بات بھی ایک مستقل قانون کی صورت میں بتائی گئی ہے۔ ارشاد ہوا ہے:

وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَ اسْتَغْنٰى ۙ﴿۸﴾ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۙ﴿۹﴾ فَسَنُیَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ؕ﴿۱۰﴾

(اللیل:۱۰-۸)

"اور جس نے بخل کیا اور استکبار کر کے (اپنی نشو و نما سے) غفلت برتی، اچھے انجام (کے قوانین) کی تکذیب کی تو ہم اس کے لیے سختی کی راہ ہموار کر دیں گے۔"

مذکورہ آیت سے زندگی کی سختیوں کے لیے بھی تین باتیں سامنے آتی ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق کو اپنی ذات کے لیے بند رکھ لینا، یہ بخل ہے۔

(۲) بخل کے رویہ سے خود کو استکبار اور غرور میں ڈالنا کہ یہ تو میری اپنی کمائی ہے۔

(۳) انسانی عملوں کے نتائج کے متعلق اللہ تعالیٰ کے قوانین سے انحراف کرنا اور ان کو جھوٹا ماننا۔ یہ آخری بات اوپر کی دونوں باتوں کا نتیجہ ہے۔

یہ سختیوں کے مقابلے میں ان لوگوں کا بیان ہے جو اکڑ باز اور غرور سے لبریز ہیں اور اس دنیا کی زندگی کو کل زندگی سمجھتے ہیں۔ جو اس ذہنیت کے حامل ہیں کہ صرف اپنی ذات کے لیے جینا ہے۔ اس کو قرآن حکیم نے فحشاء کے لفظ سے بھی بیان کیا ہے۔ وہ اپنے غرور کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ مال وہ اپنی مہارت سے کماتے ہیں اس لیے دوسروں کا اس میں حق نہیں۔ اس کو قرآن حکیم نے قارون کی ذہنیت اور سوچ قرار دیا ہے۔ وہ نہ جزا اور انعام کے قائل ہیں اور نہ اس کے لیے کوئی سودا کرنے کا حوصلہ ہی رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ ان کا حشر "دینے والوں" سے بلکل مختلف ہو گا۔ اللہ

تعالیٰ نے یہاں اپنا قانون بتا دیا ہے کہ ایسے لوگوں کے لیے وہ سختیوں اور مشکلات کو آسان کرتا جائے گا۔ یہ یسر ڈھیل دینے کے معنی میں ہے۔ ایسے لوگ چونکہ بخل کا راستہ خود اختیار کرتے ہیں تو اللہ کے بنائے ہوئے قوانین کے نتیجہ میں اپنے لیے مشکلات کو اپنی حاصلات بنا لیتے ہیں۔

یہ سنت بھی قرآن حکیم میں بار بار بیان ہوئی ہے کہ جو لوگ انفاق اور نیکی کے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اچھے کام کرنے کا حوصلہ نہیں کرتے اور اقدام نہیں اٹھاتے تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے عسر کو یعنی مشکلات کے گھیرے آسان کر دیتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ان کو کامیابی کی منزل تک پہنچنے کی توفیق و اسباب نہیں ملتے۔ ایسے لوگوں کو ان کی اپنی بداعمالیوں کے نتیجہ میں کچھ سزائیں اس دنیا میں ہی مل جاتی ہیں، مثلاً معاش کی تنگی، رسوائی اور محکومیت، غم اور خوف، اضطراب و امراض اور قسم قسم کے خسارے وغیرہ۔ قرآن حکیم کی یہ آیت اس کی طرف واضح اشارہ کرتی ہے۔

فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ (الزمر:۲۶)

”پس اللہ تعالیٰ نے ان کو اس دنیوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا، اور آخرت کا عذاب تو اس سے بھی بڑا سخت ہے کاش یہ جانتے۔“

یہ دنیوی سزائیں ان کے برے اعمال کے لوازم اور نتائج ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اس دنیا میں اس لیے ظاہر کر دیتا ہے تاکہ انسان خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر رجوع کرے اور حق شناسی کی راہ اختیار کرے اور اس طرح وہ آخرت کے زیادہ دردناک عذاب سے نجات کا سامان کر لے۔

کائنات کی تمام چیزوں کا نظم ربوبیت سے قائم ہے

یہ کائنات قوانین کی پابند ہے اسی طرح کائنات کی اشیاء بھی قوانین کی پابند ہیں۔ ازروئے قرآن اس کائنات کی تمام اشیاء نہ صرف قوانین کی پابند ہیں بلکہ یہ تمام اشیاء اپنی اپنی جگہ اپنی ربوبیت کے لیے اللہ تعالیٰ کی محتاج بھی ہیں۔ ارشاد ہوا ہے:

وَ لِلّٰهِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ مِنۡ دَآبَّةٍ وَّ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمۡ لَا یَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ یَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَ یَفۡعَلُوۡنَ مَا یُؤۡمَرُوۡنَ ﴿۵۰﴾ (النحل:۵۰-۴۹)

”جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور تمام جاندار اور ملائکہ وہ اللہ ہی کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور وہ (بے پرواہی، نافرمانی کا) تکبر نہیں کرتے اور اپنے رب سے جو ان پر بالادست ہے ڈرتے ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم ملتا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں کائنات کی تمام اشیاء کی بابت کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہیں۔ سجدہ کے معنی جھک جانے اور اطاعت و فرمانبرداری کرنے کے ہیں۔ یعنی ان کے رب نے کائنات میں فیض اور عمل کو جاری رکھنے کے لیے جو قوانین ان کے لیے بنائے ہیں وہ اس اطاعت و فرمانبرداری سے باہر نہیں جاتے۔ اور اس کے نتیجہ میں کائنات اور اشیاء کا ایک شاہکار نظم سکھ اور سلامتی کا باعث بنتا ہے۔ قرآنِ حکیم کہتا ہے کہ اسی طرح کے قوانین انسان کے لیے بھی عطا کیے گئے ہیں جن کی اطاعت و فرمانبرداری سے وہ یُسر یعنی زندگی کی آسانیاں اور سکھ سُلامتی پا سکتے ہیں اور ان قوانین کے استکبار یا انحراف کے نتیجہ میں وہ عُسر یعنی زندگی کے مصائب، مشکلات اور تکلیفوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

ایمان اور اس کے مطابق عملی زندگی سلامتی کا باعث بنتی ہے

زندگی کی آسانیوں کا زیادہ تر تعلق انسان کے معاش سے ہے۔ قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ دنیا کا کوئی بھی شخص جب اللہ تعالیٰ کے احکامات پر حتی المقدور عمل کرے گا تو اس کا لازمی نتیجہ رزق کی فراوانی ہے۔ یہ اصول پوری نوع انسانی کے لیے قطعی طور پر یکساں ہے۔

ارشاد ہوا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ (المائدہ:٦٦)

”اگر یہ لوگ تورات اور انجیل کو اور جو کچھ ان کے پروردگار کی جانب سے ان پر نازل ہوا ہے ان کے پورے پابند رہتے تو ضرور ایسا ہوتا کہ ان کے اوپر سے بھی اور ان کے قدموں کے نیچے (یعنی زمین سے) بھی انہیں برکت ملتی۔ ان میں سے ایک گروہ ضرور میانہ رو ہے، لیکن زیادہ تر ایسے ہی ہیں جن کے اعمال برے ہیں۔“

اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اس ایمان کے مطابق اچھے اعمال کی زندگی انسان کے لیے موجب سلامتی ہے۔ فرمایا:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٢٩﴾ (الفتح:٢٩)

”جو لوگ ایمان لائے اور (اس ایمان کے مطابق) صالح عملی زندگی بسر کی تو اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لیے سلامتی اور سکھ کی بخشش ہے اور وہ بہت ہی بڑا اجر اور بدلہ ہوگا۔“ ارشاد ہوا ہے:

وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَاۤ ۫ (الاعراف:۴۲)

"اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کے کام بھی (ایمانی قوانین کے مطابق) اچھے ہوئے تو (ان قوانین پر عمل کے نتیجہ میں) ہم کسی جان پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے۔"

ان تمام آیات میں جن بھلائیوں اور آسانیوں کا ذکر ہے ان کا تعلق صرف مرنے کی زندگی کے بعد سے نہیں ہے بلکہ اس دنیا کی زندگی میں بھی یہ مغفرت کی زندگی یعنی سلامتی اور سکھ کی بخشش والی زندگی انسان کو حاصل ہوگی اور اعمال کے اجر و بدلے کا یہاں بھی وعدہ ہے اور آخرت میں تو اللہ تعالیٰ کی عطائیں ابدی اور بے پایاں ہو جائیں گی۔

اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے زندگی کی آسانیوں اور سختیوں کے ان قوانین سے انحراف و فرار کی صورت میں زندگی کی آسانیوں کا تصور ممکن نہیں ہے مگر یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مسخ شدہ مذہبیت میں ہمیں یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ مشقتیں، مشکلات انسان کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہیں اور ان کو صبر سے برداشت کرتے رہنا چاہیے۔ اس کے نتیجہ میں لوگ اپنے اعمال کی اصلاح نہیں کرتے اور ان کی شخصیت اللہ تعالیٰ کی پسند کے مطابق تعمیر بھی نہیں ہو پاتی۔ قرآن حکیم نے بتایا ہے کہ کائنات میں قوانین کے نظم کی طرح انسانی زندگی کا نظم بھی قوانین کی رو سے اس دنیا میں بھی متوازن اور خوشگوار جی سکتا ہے اور دنیا کی ایمان و عمل صالح کی زندگی کے نتیجہ میں آخرت کی ابدی سلامتی والی زندگی پا سکتا ہے۔

❀❀